عبدالرازق(رازق راجؔ)
ایم ۔فل اسکالر،شعبہ بلوچی، جامعہ بلوچستان ، کوئٹہ
ڈاکٹر رحیم بخش مہر
چیئر پرسن، شعبہ بلوچی، جامعہ بلوچستان، کوئٹہ

میر بیبگر رِند کی شاعری میں مزاحمتی عناصر

Abdul Raziq (Raziq Raj)
M.Phil Scholar, Department of Balochi, University of Balochistan, Quetta.
Dr. Rahim Bakhsh Mehr
Head of Balochi Department, University of Balochistan, Quetta

Elements of Resistance in Meer Beebagr Rind's Poetry

Mir Beebagar Rind is known as one of the pioneers of resistance and protest in classical Balochi poetry. He actively participated in many battles during the Thirty Years' War, fought between Rind and Lashars in the fifteenth century. His poetry is a comprehensive account of the wars and battles he fought gallantly. Apart from themes and motifs of resistance and protest, Beebagr's poetry is also tinged with hues and shades of love and romance. This article primarily discusses various elements of resistance and protest of Mir Beebagr's poetry.

Keywords: *Balochi, resistance, protest, gallantry love, romance, literature.*

یہ مسلّم حقیقت ہے کہ پندرھویں صدی بلوچی زبان و ادب کا انمول دور رہا ہے اس دور میں ھانیؔ، شے مُریدؔ، میر چاکر رِندؔ، میر گوہرام لاشاریؔ، مہنازؔ اور دیگر مزاحمتی شعراءدیکھے جاسکتے ہیں ۔اس زمانے میں ادیب، کاروباری لوگوں کے علاوہ جنگی طریقہ کار سے آشنالوگ بھی نظر آتے ہیں۔ انھی میں سے ایک شخص میر بیبگر رِند (بیورگ، بیورغ، اور بیبرگ یہاں ایک ہی نام کے مختلف شکل ہیں جو کہ بیبگر رِند سے منسوب ہیں) ہیں جو نہ صرف جنگی طریقوں سے واقفیت رکھتے تھے بلکہ اس کے اندر اس کے نام کی طرح دیگر صلاحیتیں بھی موجود تھیں۔ کیوں کہ بیبگر کے لغوی معنی میں بھی بہادری اور مزاحمت پنہاں ہے۔ڈاکٹر شاہ محمد مری رقمطراز ہیں:

"برادرم میر محمد علی تالپور نے یہ دلچسپ دریافت کی کہ اس نام کا مطلب ہے: انتقام لینے والا۔ میرے دل کو بھی یہ بات درست لگی: بیورغ، بیر گیر کی بگڑی شکل بالکل ہو سکتی ہے۔ چنانچہ جب تک کوئی اور تشریح سامنے نہیں آتی، بیورغ کا مطلب میں بیر گیر ہی لوں گا: انتقام لینے والا۔"(۱)

بلوچی کلاسیکل شاعری کا مزاحمتی شاعر و عاشق مزاج کردار، میر چاکر رِند کے بھتیجے، مُدی اور میر باہڑ کا چٹان جیسا مضبوط بیٹا میر بیبگر رِند جو بہادر، اور فلسفیانہ زبان و بیان کے مالک، میر چاکر رِند کے ساتھی اور تیس سالہ جنگ کے سر خیل جنگجوؤں میں سے ایک تھا، انہوں نے نہ صرف بلوچ علاقوں میں اپنی بہادری اور تلوار بازی کے جوہر دکھائے تھے، بلکہ دیگر خارجی ممالک میں بھی ان کے نام اور بہادری کے چرچے تھے۔ میر بیبگر جس طرح جنگجو مزاج کے مالک تھے ویسے ہی امن پسندانہ شخص بھی تھے۔ کیوں کہ اسے اچھی طرح یہ خیال تھا کہ آپس کی لڑائیوں کا مطلب اپنے ہی پیروں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف ہے۔

امن پسندی کی مثالیں میر بیبگر رِند کے شاعری میں اچھی طرح عیاں ہیں جب رِند کے مضبوط لشکر لاشاریوں کو مارنے کی تیاری میں مصروف عمل تھے تو اس دوران میر بیبگر رِند آکر میر چاکر رِند کے ساتھ زبانی مزاحمت کرتا ہے کہ اس تباہ کن جنگ اور فتنے کو بند کریں کیوں آپس کی لڑائیوں میں سروں کے ضائع ہونے کے علاوہ کچھ بھی حاصل نہ ہو گا اور دیگر بہت سی مثالیں اور دلیلیں بیان کرتا ہے۔ لیکن اُس زمانے میں جنگ کے جنون رِندوں پر سوار تھے اور وہ لوگ میر بیبگر رِند کا مذاق اڑاتے ہیں کہ آپ جنگ سے گھبرا گئے ہیں۔ میر چاکر رِند کے گھوڑے کا لگام پکڑ کر اسے جنگ بندی کا کہنا اصل میں یہ بیبگر رِند کے مزاحمتی عمل اور کارنامہ ہے، کیوں کہ اس طرح کے دلیرانہ کام صرف اور صرف مزاحمتی اور بہادر لوگ کرتے ہیں اور میر بیبگر رِند اس کام کو بڑے فخر اور شان کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔ میر بیبگر رِند کے اشعار کو ملاحظہ کیجئے:

"سردار کینہ کم کرو
چھوڑ دو غصے اور بغض کو
راہ سے ہٹ کر بے راہ نہ چلو
(کہ) بے راہ چلنا گردن توڑ ہوتا ہے
آج رِندوں کو جاکر لڑاؤ گے
جب رِند اور لاشاری ٹکرائیں گے
تو جیسے پانی بند سے ٹکراتا ہے"(۲)

اس زمانے میں ایک طرف میر بیبگر سردار چاکر خان کو آپس کے لڑائیوں کی تباہ کاریوں کے بارے میں نصیحت کرتا ہے تو دوسری طرف چوٹا نامی آدمی بھی گوہرام (لاشاریوں کا سردار) کو رِندوں سے جنگ کرنے کے نتیجے سے نہ صرف آگاہ کرتا ہے بلکہ میر بیبگر کی طرح اسے جنگ نہ کرنے کا کہتا ہے۔ میر گوہرام اپنے لئے اس بات کو عیب سمجھتا ہے کہ گوہر (ایک بیوہ عورت) میر چاکر کے پناہ میں ہے، اس لئے وہ اپنے جنگجوؤں کو یہ حکم دیتا ہے کہ گوہر کو وہاں سے واپس لے آئیں۔ اس دوران چوٹا نہ صرف میر گوہرام کے سامنے آکر مزاحمت کرتا ہے بلکہ سخت لہجے میں کہتا ہے:

"چوٹا نے غصے سے کہا
گوہرام اپنی مستیاں چھوڑ دیں
ترک کر دیں یہ احمقانہ کام
فوج کو اس مرتبہ نہ بھیج دیں
مرد کو ضد نہیں بھاتا
مجھے رِندوں میں نامرد نظر نہیں آتا"(۳)

جب لاشاری گوہر کے اونٹنیوں کے بچھڑوں کو تلواروں سے مار ڈالتے ہیں تو میر چاکر رِند لاشاریوں پر حملہ کرکے انھیں بہت سے نقصانات پہنچاتا ہے، میر گوہرام لاشاری ایک مرتبہ پھر رِندوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے کمربستہ ہو جاتا ہے۔ پہلے کی طرح اس بار بھی چوٹا اپنی مزاحمتی عمل دکھا کر میر گوہرام کے سامنے پہاڑ کی طرح کھڑے ہو کر رِندوں کی بہادری اور سرمچاری کے متعلق اشعار کی زبانی کہتا ہے:

"چوٹا نے غصے سے کہا
گُوہرام اپنی بچکانہ حرکتیں
جنگ، فتنے اور ضد چھوڑ دیں
بھائیوں کو ضائع نہ کرو
چاکر مَردوں کو زندہ نگل لیتا ہے
میران بدلہ لینے والا،
بیبگر ہر وقت کمربستہ،
اُومر بادشاہ جیسا غصے والا،
ریحان پاگلوں جیسا کردار والا،

بُراہیم آور امیر سانپ جیسا زہریلہ،
جنگجو عالی اور علی،
بہادر سہیت مست جیسا
ہر وقت جنگ کے لئے تیار بیٹھے ہیں
آپ کو نقصان پہنچاتے ہیں
اور آپ کو ملامت کرتے ہیں
بھائیوں کو بے معنی برباد نہ کرو"(۴)

اسی طرح میر بیبگر رند بھی میر چاکر رند سے اس خوفناک جنگ کو روکنے کے لئے اس سے مزاحمت کرتا ہے۔ لیکن اس وقت جنگ نہ کرنا بزدلی شمار کیا جاتا تھا۔ اس لئے وہ سب جنگجو میر بیبگر کو بزدل اور ڈرپوک کہنے لگتے ہیں:

"چند ڈینگیں مارنے والے بول پڑے
سب سے بڑھ کر جاڈو اور ریحان
عورتوں کا نام لے لے کر عہد کیا
بڑے شان والا میران بولا
بیورغ تیروں سے سہم گیا ہے
چمک دار نیزوں سے، خنجروں سے
چوڑی تلواروں سے،
برچھیوں نے اسے خوفزدہ کر دیا ہے
ہم جہاں جنگ کریں گے
ایک ڈومب ساتھ رکھیں گے
جو تمہیں تیر کش کے فاصلے سے پرے رکھے"(۵)

لیکن طنز بلوچ کے ہاں عیب سمجھا جاتا ہے اور میر بیبگر کو اس طرح کی باتیں پسند نہ آئیں۔ اس لئے وہ اپنی بلوچی روایتوں کو یاد کر کے غصے سے اٹھ کر کہتا ہے، اب تو اس جنگ کی کمانڈ میں خود کرونگا۔ اس لئے وہ جنگ کے لئے آمادہ ہو کر مزاحمتی انداز سے کہہ اٹھتا ہے:

"میں نے بڑی سوگندیں کھائیں
محترم عورتوں کا نام لے کر قسمیں کھائیں

(کہ) اب جنگ میں تمہاری راہنمائی ہی میں کروں گا"[۶]

میر بیبگر رِند کا یہ فیصلہ بلوچ تہذیب و معاشرتی قدروں کے حساب سے قابلِ ستائش ہیں کہ اس نے بلوچ معاشرے کی مزاحمتی روایت کو زندہ کر رکھا تھا، لیکن دوسری طرف اس جنگ میں اس طرح کا کوئی فائدے نظر نہیں آرہا تھا، صرف لاشیں اٹھانی پڑ رہیں تھیں۔ میر بیبگر رِند کا جذباتی ہو کر اس جنگ میں حصہ لینا درحقیقت اس کی بہادری پر سوالیہ نشان ہے کہ اس فیصلے میں کسی طرح کی بھی حکمت اور دانائی دور دور تک نظر نہیں آتی۔ اس بارے میں ڈاکٹر شاہ محمد مری (2014) تحریر کرتے ہیں:

"۔۔۔۔۔۔۔۔ یہاں بیورغ مست توکلی نہ بنا، بزدلی دکھاہی گیا۔ مست جیسا بہادر ہوتا تو تین صلواتیں بھیجتا برادر کشی پر، اور پورا منظر نامہ بدل دیتا۔ اس کی عقل کو شکست ہوگئی، اس کا خرد لڑکھڑا گیا، فہمید گی خاک آلود ہوگئی۔ مغز کی جگہ حرام مغز نے لے لی، بیورغ ایک ہلکے طعنے اور نعرے کے سامنے ہتھیار ڈال گیا۔ اس کے من سینس نے دغا دی۔"[۷]

ویسے تو بلوچی کلاسیکل شاعری پوری کی پوری جنگ اور مزاحمت کے اردگرد گھومتی نظر آتی ہے، ایسا لگتا ہے کہ جنگ اور مزاحمت کا یہ لمبا سفر بلوچ کے زندگی اور تہذیب کے پرانے حصے ہیں، اسی طرح میر بیبگر رِند کی شاعری بھی ہر طرف بلوچ معاشرے اور تہذیب کی ترجمانی کرتی ہے اور اس کی شاعری میں بلوچی مزاحمتی شاعری کی روایات و نشانی نظر آتے ہیں۔ یعنی یہ رسوم و رواج بلوچوں کے ہاں صدیوں کی مسافت طے کر کے آرہے ہیں۔ اس لئے میر بیبگر رِند نے کہا ہے کہ:

"شعر وہ جوانمرد کہتے ہیں
جو لڑائی میں آگے آگے ہوتے ہیں"[۸]

میر بیبگر رند بھی ایسے معاشرے میں رِہ رہا تھا کہ جہاں ہر طرف اور ہر وقت تلواروں اور جنگوں کا بازار گرم تھا۔ مندرجہ بالا میر بیبگر رِند کے اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ ڈرپوک اور بزدل لوگ شاعری کر نہیں سکتے، کیونکہ شاعری اظہار کرنے کا وہ وسیلہ ہے جس سے خرابی اور برائیوں کو بیان کر کے انھیں جڑ سے ختم کیا جاسکتا ہے۔ دوسری طرف اس شعر سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ایک جنگی ماحول میں حقیقت کی باتیں کرنا موت کے مترادف ہے۔ میر بیبگر کے اسی شعر کو ڈاکٹر واحد بزدار (2020) بلوچ معاشرتی عوامل کے پہلو سے سمجھتا ہے، کہتا ہے:

”بیورگ کا یہ شعر بلوچی ادب کا وہ آئینہ ہے کہ جہاں بلوچی شاعری ایک معاشرتی عمل کی صورت میں ابھرتا ہے، بیورگ کے ہاں شاعری کا عمل سرمچاری و مزاحمتی عمل سے وابستہ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ مضبوط کمٹمنٹ کے بغیر شاعری ناممکن ہے۔“(۹)

ایک جنگجو اور بہادر ہونے کے ساتھ ساتھ میر بیبگر رِند عشق کے مزاحمتی میدان میں بھی نظر آتا ہے وہاں اُن کے بہادری اور مزاحمتی قصے اشعار میں ملتے ہیں۔ جیسا کہ جب میر چاکر رِند اُن کو افغانستان کے بادشاہ کے پاس مدد کے لئے (بعض روایتوں کے متعلق میر چاکر اس سے کہتا ہے کہ میں نے قندھار میں ایک خوبصورت لڑکی دیکھا ہے، آپ جا کر اس کو لے آئیں) بھیجتا ہے تو وہاں میر بیبگر رِند قندھار کے بادشاہ کی بیٹی پر عاشق ہو جاتا ہے اور اس سے ملاقات کرنے کے لئے بادشاہ کے مضبوط لشکر ہونے کے باوجود اپنے محبوب سے ملنے اس کے محل چلا جاتا ہے۔ میر بیبگر رِند کے اس عمل سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ بلوچوں نے اپنی محبت کی خاطر مشکل سے مشکل ترین اقدام اٹھائے ہیں اور اپنے مقصد میں فتح یاب بھی رہے ہیں۔

”بیبرگ کا وہ تاریخی شعر جب وہ اپنی پھول جیسی محبوب گراناز (بیبگر کے محبوب کا نام) کے کہنے پر اس کے محل پر چڑھ جاتا ہے تو گراناز اپنے باپ کے حاکم ہونے اور اس کے طاقتور فوج کا خوف بیبگر کے دل میں ڈال کر کہتی ہے:

تمہاری تمہیں تقدیر کھینچ کر یہاں لائی ہے
ترک تیری گردن کو اڑا دیں گے
اور لے جا کر چوک پر لٹکا دیں گے“(۱۰)

میر بیبگر رِند مزاحمتی اور بہادری کے وہ کردار تھے جنہیں اِس طرح کے ڈرانے سے کوئی خوف طاری نہیں ہوا تھا۔ کیوں کہ اس کی ساری زندگی بلوچ معاشرے میں گزری تھی کہ جہاں ہر وقت تلواروں کے سائے اس کے سر پر منڈلاتے رہتے تھے۔ اسی لئے وہ بادشاہ کے بیٹی کو سخت جواب دے کر کہتا ہے:

”نہ میں چرواہا ہوں اور نہ کسان ہوں
نہ میں منمناتا ہوا پاگل ہوں
میں ان بھوکوں ننگوں سے نہیں ہوں
جو خنجر نکال کر بھیڑ پر حملہ کرتے ہیں
کچا کچا دنبے کی چکی نگل جاتے ہیں
میں وہ نصف سبی کا مالک ہوں

میں وہ بہادر بیورغ ہوں
باہڑ کا سنہرا بیٹا
میں نے محل کے نیچے تمہیں قول دیا تھا
میں تو اپنا قول نبھانے آیا ہوں
میری بڑی قوم ہے، رِند جس کا نام ہے
چاکر ہے اور ایرانی گھوڑے ہیں
کون میرے ہٹ دھرم سر کو کاٹ سکے گا
اور لے جا کر چوک پر لٹکا سکے گا"(۱۱)

جب میر بیبگر قندھار کے بادشاہ کی بیٹی کو اپنے ساتھ بھگا کر لے آتا ہے تو اس عمل سے پورے قندھار میں قیامت برپا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ بادشاہ اعلان کرتا ہے کہ وسیع پیمانے پر ایک فوج تیار کی جائے اور فوری طور پر بلوچ علاقوں کی طرف کوچ کیا جائے اور اس لشکر میں بادشاہ خود بھی شامل ہو جاتا ہے۔ جب میر بیبگر رِند کو یہ خبر ہوتی ہے کہ قندھار کے بادشاہ نے ایک بڑے لشکر کے ساتھ بلوچستان کے بارڈر پر ڈیرا ڈالا ہے تو اسے اپنے اس عمل سے بہت پچھتاوا ہوتا ہے کہ اب تو خون کے نالے بہیں گے۔ اسی لئے رات کے اندھیرے میں چھپ کر وہ بادشاہ کا اتنا بڑی لشکر ہونے کے باوجود اس کے خیمہ میں پہنچ کر اس سے جنگ بندی کی بات کرتا ہے۔

"میں بادشاہ کے خیمے کی طرف بڑھا
ایک بار چوکیدار حرکت میں آئے
جرم کی بات میں اپنے سر پر لی
میں نے خوبصورت خراسانی تلوار نکال لی
میں شاہ کے خیمے کی طرف روانہ ہوا
میں نے تلوار سونت لی
آستین چڑھا کر میں اس کی چارپائی پر بیٹھ گیا"(۱۲)
"گراں شرف بادشاہ جاگ گیا
تو اس نے عظمت سے پوچھ لیا
تم کون ہو اے خوبرو نوجوان
تم کس بیابان کا شیر ہو"(۱۳)

"میں نے بادشاہ کو جواب دیا
میں عہد و قول کا دھنی وہی بیورغ ہوں
میرے ہاتھوں ایک خطا سرزد ہوئی ہے
میں خود آیا ہوں اگر معاف کردو گے
اگر معاف نہیں کروگے میں تمہارے قبضے میں ہوں"(۱۴)

اتنا بڑا لشکر ہونے کے باوجود اگر کوئی شخص بادشاہ سے ملنے اس کے خیمے چلا جائے تو اس بات سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بہادر اور سرمچار ہونے کے ساتھ ساتھ ایک امن پسند مزاج کے مالک تھے کہ بادشاہ اس کے اُس جرات مندانہ عمل سے متاثر ہو کر نہ صرف جنگ بندی کا اعلان کرتا ہے بلکہ اپنی بیٹی کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیتا ہے اور اسے بطور اپنے داماد قبول کرتا ہے۔ اسی طرح میر بیبگر رِند کے اس حکمت و دانائی سے دو بڑے لشکر خون خرابے سے بچ جاتے ہیں۔

"۔۔۔۔بہادر بیورغ کی سب سے بڑی بہادری تُرک و بلوچ کے درمیان تقریباً حتمی، مگر
بے کار جنگ کو روکنا تھا۔۔۔۔۔زندگی بھر کا اس کا سب سے بڑا کارنامہ۔" (۱۵)

شے کلّان (شے کُٹی) جو کلاسیکل شاعری کے سرخیل شعراء میں شمار کیا جاتا ہے، (جو انسال بگٹی کے مطابق بلوچی کلاسیکل شاعری کا پہلا شاعر شے کلّان ہے) وہ میر چاکر رِند کا دستِ راست اور ہر کام میں اسے نیک مشورہ دینے والے ہوا کرتے تھے۔ ایک دن بے سبب شے کُٹی (شے کلّان) میر بیبگر رِند کے باپ میر باہرؔ (باہڑ) کو قتل کر دیتا ہے۔(۱۶) ۔ایک دن جب میر باہڑ ایک تنگ راستے میں شے کُٹی اور اس کے بیٹے سے روبرو ہو جاتا ہے تو شے کُٹی آواز دیتا ہے کہ راستہ چھوڑ دیں تو میر باہڑ کہتا ہے میں نے قول دیا ہے کہ میں کسی کا راستہ نہیں چھوڑوں گا۔ اسی بات پر لڑائی ہو کر شے کُٹی اور اس کے بیٹے عیسیٰ میر باہڑ کو قتل کر دیتے ہیں۔(۱۷)

"شیہہ کٹی چاکر کا مرشد تھا۔ اب اس زمانے میں مرشدی مریدی کیا ہو گی، یا سردار بھلا
کس کی مریدی کرے گا؟ بس یہی سمجھیں کہ شیہہ کٹی اس کے اقتدار کی حفاظت اپنی
کرامت اور روحانی اثر و سورخ سے کرتا تھا۔۔۔۔۔۔بیورغ پہ کیا بیتی، اس نے اس درد
کا کس طرح سامنا کیا اور انتقام کی آگ بالآخر کس طرح سرد کر دی۔" (۱۸)

اپنے باپ کے قتل ہونے پر میر بیبگر بہت رنجیدہ ہو جاتا ہے۔ اس کے دل و دماغ میں آگ کے شعلے اٹھنے لگتے ہیں اور اپنے دل کی جذبات اور آگ کو شاعری کی زبان میں یوں بیان کرتا ہے:

"تمھیں ایسا کیا غصہ اور دشمنی تھی
تم نے بہادر باہر کو قتل کر دیا
میں اس روز کے انتظار میں ہوں
کہ شیہہ کُٹی بیٹے کے ساتھ آئے
آکر ایک چہار راہ پہ کھڑے ہوں
میں شیر جیسا حملہ کر دوں
گردن اڑا ڈالوں
اور پھر اپنی نچھوں سے اس کا خون نوش کر دوں
تبھی میرا جسم گرم شعلوں سے ٹھنڈا ہو جائے"(۱۹)

جب میر چاکر رند کو معلوم ہوتا ہے کہ میر بیبگر رِند نے قسم کھائی ہے کہ وہ شے کُٹی اور اس کے بیٹے کو قتل کرنے تک چین سے نہیں بیٹھے گا تو وہ اس سے (بیبگر سے) کہتا ہے کہ اپنے غصے کو ٹھنڈک دو، لیکن میر بیبگر اس کی ایک بات بھی نہیں سنتا اور اپنے قسم پر اٹل رہتا ہے۔ کیونکہ بلوچوں کے ہاں قسم کو پورا نہ کرنا اور پشیمان ہونا بزدلی اور ڈرپو کی کی علامت سمجھی جاتی ہے۔ میر بیبگر جیسے بہادر کے لئے تو اس سے بھی زیادہ عیب تھا۔ اس لئے وہ مزاحمتی عمل کو پورا کرنے کے لئے اپنی زبان پر قائم ہو کر کہتا ہے:

"بے شک سردار راضی نہ ہو
بے شک وہ اپنی بخششیں، عنایتیں بند کر دیں
دودھ دینے والے گائے شیر خواری کے لئے نہ دے
اصیل تیز رفتار گھوڑے نہ بخشے"(۲۰)

میر بیبگر رِند اپنے چچا، اپنے زمانے کے نامور سردار، طاقتور اور تیس ہزار فوج کے مالک میر چاکر رِند کے ساتھ مزاحمت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میر چاکر اس سرکشی اور مزاحمتی عمل کے بدلے میں چاہے اسے اپنی ملکیت سے دست بردار کرے یا مال مویشیوں اور گھوڑوں سے نہ نوازے، پھر بھی وہ اس کی بات کو ماننے والوں میں سے نہیں ہو گا۔ مطلب وہ اپنی مزاحمتی عمل پر اس قدر ڈٹے ہوئے تھے کہ میر چاکر رند نے بھی اس کے سامنے ہار مان لی تھی۔

"۔۔۔۔۔۔بیورغ ایسے معاملوں میں نہ ماموں: چاکر کی پرواہ کرتا ہے اور نہ ہی وہ سردار چاکر کی، بلوچ اقدار کو سرفراز رکھنا مقصدِ حیات بھی ہے اور فلسفہ حیات بھی۔ وہ انصاف کے سارے تقاضے اپنی تلوار سے پورے کرتا ہے۔"(۲۱)

بلوچی کلاسیکل شاعری کے صف میں شامل جنگجو، بہادر، عاشق مزاج اور امن پسند کردار میر بیبگر رِند کی مزاحمتی شاعری بہت عمدہ اور خوبصورت جذبات سے سرشار شاعری مانی جاتی ہے۔اس کی شاعری کے دو پہلو ہیں، پہلے محبت بھرا مزاحمتی شاعری، دوسرا جذبات سے بھرا ہوا جنگجوئی و مزاحمتی شاعری۔۔۔۔۔یہ دونوں پہلو بہت خوبصورت اور شدت کے ساتھ اُس کے شاعری میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ہر چند کہ اس کے شاعری میں امن پسندی کے قصے بیان ہوئے ہیں لیکن وہ اپنے ہمعصر جنگجوؤں کے طنز کو کبھی بھی برداشت نہ کرتے تھے کہ وہ اسے بزدل اور کمزور خیال کریں۔ لیکن میر بیبگر رند کا یہ جذباتی فیصلہ اس کے سارے امن پسندی کے کردار کو داغدار کرتا ہے۔دوسری طرف، بلوچ تاریخ میں بالاچ گُور گیج بیر گیر (بدلہ لینے والا) کے نام سے جانا جاتا ہے لیکن اگر صحیح معنوں میں دیکھا جائے تو میر بیبگر بھی ایک بیر گیر رہا ہے کہ اس نے اپنے باپ کے قتل ہونے کا بدلہ شے کُٹی اور اس کے بیٹے سے لیا تھا۔ اسی طرح امن دوستی کی باتیں کرلی جائے تو یہاں بھی اس کا نام لیا جاتا ہے کہ اس نے میر چاکر رند کو جنگ نہ کرنے کا کہتا ہے۔اسی طرح چوٹا بھی قابل ستائش ہیں کہ وہ میر گوہرام لاشاری سے مزاحمت کرکے اسے جنگ بندی کا سخت لہجے میں کہتا ہے۔ لیکن بعض روایتوں کے متعلق اس زمانے میں جنگ نہ کرنا اور صلاح کرنا بزدلی اور کمزوری مانا جاتا تھا، اسی لئے نہ میر بیبگر رِند کے امن پسندی کام آئی تھی نہ چوٹا امن دوستی کا جھنڈا اپنے ہاتھ تھام سکا تھا۔

حوالہ جات

۱۔ ڈاکٹر شاہ محمد مری، بلوچی زبان و ادب، گوشہ ادب، جناح روڈ، کوئٹہ، ۲۰۱۴، صفحہ، ۲۴۴

۲۔ ایضا، صفحہ، ۳۱۸

۳۔ شاد، فقیر، میراث، فاضل ادبی کاروان، مند، ۲۰۱۶، صفحہ، ۶۰

۴۔ ڈاکٹر شاہ محمد مری، بلوچی زبان و ادب، گوشہ ادب، جناح روڈ، کوئٹہ، ۲۰۱۴، صفحہ، ۷۰

۵۔ ایضا، صفحہ، ۳۱۹

۶۔ ایضا، صفحہ، ۳۲۰

۷۔ ایضا، صفحہ، ۳۲۰

۸۔ گل خان نصیر، بلوچستان کی کہانی، شاعروں کی زبانی، بلوچی اکیڈمی، کوئٹہ، ۲۰۱۳، صفحہ، ۲۶

۹۔ واحد بزدار، لبزانک، ماں بلوچی شاعریءَ گہگیری یا مزاحمتی مئیل ءُ مارشت، اے آر داد، (مرتب)، ابابگر کلمتی اکیڈمی، گوادر، ۲۰۲۰

۱۰۔ اکبر عمشاد بلوچ، ماہنامہ بلوچی، بلوچی مزاحمتی ادب، مارچ، کوئٹہ، ۲۰۱۴، صفحہ، ۱۸

۱۱۔ ڈاکٹر شاہ محمد مری، بلوچی زبان و ادب، گوشہ ادب، جناح روڈ، کوئٹہ، ۲۰۱۴، صفحہ، ۲۸۹

۱۲۔ ایضا، صفحہ ،۳۰۶
۱۳۔ ایضا، صفحہ ،۳۰۶
۱۴۔ ایضا، صفحہ ،۳۰۷
۱۵۔ ایضا، صفحہ ،۳۰۸
۱۶۔ ایضا، صفحہ ،۳۰۹
۱۷۔ میر خدا بخش بجارانی مری، قدیم بلوچی شاعری، ندارد، ۲۰۰۹، صفحہ ،۲۹۵
۱۸۔ ڈاکٹر شاہ محمد مری، بلوچی زبان وادب، گوشہ ادب، جناح روڈ، کوئٹہ، ۲۰۱۴، صفحہ ،۳۰۹
۱۹۔ ایضا، صفحہ ،۳۰۹-۳۱۰
۲۰۔ ایضا، صفحہ ،۳۱۰
۲۱۔ ایضا، صفحہ ،۳۱۰

References in Roman Script:

1. Shah Muhammad Mari, Dr., Balochi Zuban o Adab, Gosha Adab, Jinnah road, Quetta, 2014, P:244
2. Abid, P: 318
3. Shad, Faqeer, Meeraas, Fazul Adabi karwan, Mand, 2016, p: 244
4. Shah Muhammad Mari, Dr., Balochi Zuban o Adab, Gosha Adab, Jinnah road, Quetta, 2014, P:70
5. Abid, P: 319
6. Abid, P: 320
7. Abid, P: 20
8. Naseer, Gul Khan, Balochistan ki kahani shairon ki zubani, Balochi Academy, Quetta, 2013, P: 24
9. Buzdar, Wahid, Labzank, Maan Balochi shairi a gahgiri ya mozahimti mail o marisht, A.R Dad, (compilation), Ababagr Kalmati Academy, Gwadar, 2020, P: 38
10. Baloch, Akbar Ghamshad, Balochi mozahimati Adab, Mahnama Balochi, Quetta, March 2014, P: 18
11. Shah Muhammad Mari, Dr., Balochi Zuban o Adab, Gosha Adab, Jinnah road, Quetta, 2014, P:289
12. Abid, P: 306
13. Abid, P: 306
14. Abid, P: 307
15. Abid, P: 308

16. Abid, P: 309
17. Mari, Mir Khuda Bakhsh Bijjarani, Qadeem Balochi Shairi, 2009, P: 295
18. Shah Muhammad Mari, Dr., Balochi Zuban o Adab, Gosha Adab, Jinnah road, Quetta, 2014, P:309
19. Abid, P: 309-310
20. Abid, P: 310
21. Abid, P: 310